سوال

(175) موجودہ حالات میں بیت المال کی شرعی حیثیت

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

موجودہ حالات میں بیت المال کی شرعی حیثیت کیا ہے کیا کسی گاؤں یا شہر میں بیت المال قائم کیا جاسکتا ہے۔ بیت المال میں کون سی چیزیں جمع ہو سکتی ہیں، نیز اس کے مصارف کون کون سے ہیں کیا اس سے مقامی مدرسہ اور مسجد کے اخراجات پورے کئے جاسکتے ہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

الجواب بعون الوہاب بشرط صحۃ السؤال

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلاۃ والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ وہ بیت المال کا قیام عمل میں لائے، کیا اس کے موارد اور مصارف اجتماعیت کا تقاضا کرتے ہیں۔ قرون اولیٰ میں اسلامی حکومتیں اس پر عمل پیرا تھیں اگر مسلمان حکومتیں اس فریضہ کو سرانجام نہ دیں تو کم ازکم جماعتی سطح پر اس کا اہتمام ہونا چاہیے، لیکن انفرادی طور پر اسے قائم کر کے، پھر برائے نام جماعت سازی کرنا شرعاً درست نہیں ہے کیونکہ یہ تو مسلمانوں کا مال باطل ذرائع سے جمع کرنا اور صرف کرنا ہے۔ اس سلسلہ میں دوسری بات یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بیت المال میں مال جمع ہونے سے اس کی حیثیت نہیں بدل جاتی کہ اسے اپنی مرضی سے استعمال کیا جائے، اس سلسلہ میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں کہ لوگ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو صدقہ کا گوشت دے دیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بطور ہدیہ قبول کرلیتے تھے۔ یہ روایت صحیح ہے لیکن اس کا استعمال بر محل نہیں ہے کیونکہ روایات کے مطابق صدقہ اپنے محل پر پہنچ جاتا تھا پھر جسے صدقہ دیا گیا ہو وہ اپنی مرضی سے استعمال کرتا تھا۔ لیکن بیت المال میں جو مال جمع ہوتا ہے وہ امانت کے طور پر ہوتا ہے تاکہ اس کا نگران اسے صحیح جگہ پر صرف کرے، وہ اپنی مرضی سے ایسی جگہ خرچ کرنے کا مجاز نہیں جو اس کا مصرف نہ ہو، ہمارے ہاں عام طور پر ''اپنا مال اپنوں پر'' خرچ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل حضرات بیت المال قائم کرنے کا اہتمام کرتے ہیں:

غیر معیاری اسلامی حکومتیں بیت المال قائم کرلیتی ہیں تاکہ بینکوں کے ذریعے لوگوں کے جمع شدہ سرمایہ سے جبراً اس سے زکوۃ کاٹی جائے، پھر اسے غلط مقاصد کی برآری کے لئے اپنی مرضی سے استعمال کیا جائے۔ اس حکومتی بیت المال میں دیگر ناجائز ذرائع کا مال جمع ہوتا ہے۔ مدارس کو چاہیے کہ وہ اس طرح کے بیت المال سے کسی قسم کا حکومتی تعاون قبول نہ کریں۔

بڑی فیکٹریوں کے مالکان یا وسیع کاروبار رکھنے والے مذہبی حضرات اپنے ہاں ایک بیت المال کا اہتمام کرتے ہیں جس میں زکوۃ وغیرہ کو جمع کردیا جاتا ہے پھر فیکٹری میں قائم کردہ مسجد یا مدرسہ کے اخراجات اسی مد سے پورے کئے جاتے ہیں نیز فیکٹریوں میں کام کرنے والے مزدوروں کا تعاون بھی اس سے کیا جاتا ہے۔

دینی ذہن رکھنے والے کسی گاؤں یا شہر کے رہائشی ایک ''اجتماعی'' بیت المال بنالیتے ہیں اس میں زکوۃ عشر، فطرانہ اورچرمہائے قربانی سے آمدہ رقم جمع کی جاتی ہے، پھر اس سے مسجد کے امام وخطیب کی تنخواہ یا لائبریری وغیرہ کے اخراجات کو پورا کیا جاتا ہے۔

بعض دوراندیش حضرات اپنے طور پر ایک انفرادی سا بیت المال بنالیتے ہیں، پھر لوگوں سے چندہ مانگ کر اسے بھرا جاتا ہے پھر اس سے بچیوں کے جہیز کے نام سے استعمال کیا جاتا ہے، نگران ہونے کے حیثیت سے اپنی ضروریات کو بھی اس سے پورا کیا جاتا ہے۔ اکثر مدارس کے مہتمم حضرات اس میں مبتلا ہیں اس انفرادی بیت المال پر اجتماعیت کا ٹھپہ لگانے کے لئے کاغذی طور پر جماعت سازی کا اہتمام بھی کرلیا جاتا ہے۔ ان حالات کے پیش نظر ضروری ہے کہ بیت المال کی حیثیت کا تعین کیا جائے اور اس کے موارد و مصارف کے متعلق کتاب وسنت کی روشنی میں تفصیل سے گفتگو کی جائے۔ لغوی اعتبار سے ہر اس گھر کو بیت المال کہا جاتا ہے جو کسی قسم کے مال کی حفاظت کے لئے تیار کیا جائے لیکن اصطلاحی طور پر اس سے مراد وہ ادارہ ہے جو مسلمانوں سے ان کے اجتماعی اموال وصول کرکے ان کے اجتماعی کاموں پر صرف کرنے کا ذمہ دار ہو، اسے اسلام کے ابتدائی دور میں بیت مال المسلمین یا بیت مال اللہ کہا جاتا تھا آخر کار اس پر بیت المال کا اطلاق ہونے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اس قسم کے اجتماعی مال کو فوراً خرچ کردیا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں جزوی طور پر کتب تاریخ میں بیت المال کے قیام کا ذکر ملتا ہے، باضابطہ طور پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا اہتمام کیا اور اس کے موارد ومصارف کے لئے ایک محکمہ تشکیل دیا، اس ترقی یافتہ دور میں بعض اسلامی ممالک کے ہاں وزارت مال ہے۔ بیت المال یا بیت التمویل کے نام سے شعبہ قائم کردیا جاتا ہے۔

اسلامی دور میں بیت المال کو موارد ومصارف کے اعتبار سے چار حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ اگر ایک حصہ میں رقم نہ ہوتی تو اس کے مصارف ادا کرنے کے لئے دوسرے حصہ سے قرض لیا جاتا، پھر وسائل مہیا ہونے پر وہ رقم اس حصہ کو واپس کردی جاتی، ان چار حصوں کی مختصر وضاحت حسب ذیل ہے:

1۔ بیت الزکوۃ: اس میں ہر قسم کی زکوۃ جمع کی جاتی ہے اور زرعی پیداوار کا عشر بھی اس میں داخل کیا جاتا، قرآن کریم کے بیان کردہ آٹھ مصارف کو ادا کیا جاتا ہے۔ چرمہائے قربانی اور فطرانہ وغیرہ بیت المال میں جمع نہیں ہوتا تھا بلکہ اسے فوراً حقداروں تک پہنچا دیا جاتا تھا۔

2۔ بیت الاخماس: مال فئی اور غنیمت کا خمس اس مد میں جمع کیا جاتا، اگر کسی کو دورجاہلیت کا مدفون خزانہ ملتا تو اس کا خمس بھی اسی حصہ میں جمع ہوتا، پھر اسے قرآن کریم کے بیان کردہ پانچ حقداروں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

3۔ بیت الضوائع: لوگوں کا گراپڑا مال اس بیت المال میں جمع ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ مال مسروقہ کا مالک اگر نہ ملتا تو اسے بھی اس کھاتہ میں رکھا جاتا۔ اگر اس قسم کے مال کا مالک نہ ملتا تو اسے ان محتاجوں پر خرچ کیا جاتا جن کا کوئی والی وارث یا سرپرست نہ ہوتا تھا۔

4۔ بیت مال فئی: اسلامی بیت المال کا یہ اہم شعبہ ہوتا تھا۔ اس کا ذریعہ مندرجہ ذیل جہات ہوتی تھیں:

ہر قسم کا مال فئی اس میں جمع ہوتا جس کی تقریباً نو اقسام ہیں۔

مال غنیمت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خمس۔

سرکاری زمینوں کی پیداوار۔

اس مسلمان کا ترکہ جس کا کوئی وارث نہ ہوتا۔

قدرتی معدنیات، پٹرول، تیل اور گیس کی پیداوار کا پانچواں حصہ۔

مختلف اوقات میں ضرورت رعایا پر لگایا جانے والا ٹیکس۔

دوسرے ممالک سے سامان تجارت درآمد یا برآمد کرنے پر عائد کردہ کسٹم۔

دوران ڈیوٹی سرکاری کارندوں کو عوام سے ملنے والے تحائف وغیرہ اسے دیانت دار حاکم وقت اپنی صوابدید پر مسلمانوں کی عام ضروریات پر خرچ کرنے کا مجاز ہوتا ہے، اس کی تفاصیل کتب فقہ میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس مختصر تمہیدی گزارشات کے بعد ہم سوال میں پیش کردہ شقوں کا جائزہ لیتے ہیں۔ ہمارے ہاں قائم شدہ غیر معیاری اسلامی حکومتوں کی غلط پالیسیوں اور غیر معتدل کارکردگی کی بنا پر بیت المال کا قیام، جماعتی سطح پر ضروری ہے۔ لیکن یہ بیت المال جہادی تنظیموں جیسا نہیں ہونا چاہیے جس میں غریبوں، یتیموں، بیواؤں اورناداروں کے مال پر شب خون مار کر اسے صوابدیدی فنڈ کے طور پر استعمال کیا جائے بلکہ حسب تفصیل بالا ہر مد کو اس کے بیان کردہ مصارف میں ہی استعمال کیا جائے۔ اسی طرح انفرادی طور پر بیت المال چلانے والوں پر کڑی نظر رکھتے ہوئے ان کی حوصلہ شکنی کرنی چاہیے، پھر صوبائی، ضلعی اور تحصیلی سطح پر اس کی شاخیں قائم ہوں۔ شہروں اور دیہاتوں میں بھی ذیلی یونٹ قائم کیے جائیں، البتہ ہر مسجد کا الگ بیت المال ہو، یہ غیر اسلامی فکر ہے۔ اس سے اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ ایسا کرنے سے اجتماعی نظم کمزور ہوتا ہے۔ ہمارے ہاں چونکہ اسلامی قوانین کا فقدان ہے، اس لئے ہم اپنے بیت المال میں صرف زکوٰۃ اور عشر وغیرہ جمع کر سکتے ہیں۔ چرمہائے قربانی اور فطرانہ وغیرہ کو جمع تو کیا جا سکتا ہے لیکن اس سے حاصل ہونے والی رقوم کو فوراً محتاجوں اور ضرورت مندوں میں خرچ کر دیا جائے، زکوٰۃ اور عشر کے وہی آٹھ مصارف ہیں جنہیں قرآن کریم نے بیان کیا ہے اسے مقامی مسجد میں یا مقامی مدرسہ یا مقامی لائبریری پر صرف نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے لئے الگ فنڈ قائم کیا جائے جس میں مخیر حضرات کے عطیات، عام صدقہ وخیرات وغیرہ جمع کئے جائیں۔ ہاں، اگر کوئی ایسا مدرسہ ہے جہاں مسافر غریب طلبا زیر تعلیم ہیں تو ان کی جملہ ضروریات بیت المال سے پوری کی جا سکتی ہیں اگر طلباء کی ضرورت کے پیش نظر مسجد بنانا ہو تو اس قسم کی مسجد پر زکوٰۃ وعشر کی رقم کو لگایا جا سکتا ہے، اسی طرح اگر کسی گاؤں کے رہائشی زکوٰۃ کے حقدار ہوں تو ایسے لوگوں کے لئے زکوٰۃ کی مد سے مسجد بھی بنوائی جا سکتی ہے، البتہ عام مساجد کے اخراجات بیت المال سے ادا نہیں کئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی اسے مقامی مدرسہ یا مقامی لائبریری پر صرف کیا جا سکتا ہے، اپنے طور پر بیت المال کا اہتمام کر کے اس میں زکوٰۃ، عشر چرمہائے قربانی اور فطرانہ کی رقم جمع کرنا اور پھر اسے مسجد کی ضروریات پر صرف کرنا یا اس سے امام مسجد کی تنخواہ یا مقامی بچوں کی تعلیم کے لئے مدرس کی تنخواہ ادا کرنا ایک چور دروازہ ہے، جسے بند ہونا چاہیے۔ [واللہ اعلم بالصواب]

هذا ما عندي والله أعلم بالصواب

فتاویٰ اصحاب الحدیث

جلد:2 صفحہ:214